بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نظرات

آپ کہتے ہیں ایک قوم! بجا ارشاد ہوا۔ آمنا و صدقنا۔ مزید برآں گذارش یہ ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کی کیا تخصیص ہے۔ ہمارا قرآن تو پوری انسانیت کو ایک خاندان یا ایک کنبہ اور قبیلہ مانتا ہے اور مختلف رنگ و نسل کے انسانوں کو اسی ایک برادری۔ اسی ایک کنبہ اور اسی ایک قبیلہ کے افراد تسلیم کرتا ہے۔ اس کا اعلان ہے

اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِنۡ نَفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ — ہم نے تم سب کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا

آپ آگے بڑھکر فرماتے ہیں۔ ایک زبان اور ایک کلچر! ہماری گذارش ہے کہ آپ ہندوستان کے لئے ہی ایک زبان اور ایک کلچر چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش اور ہمارا جذبہ تو یہ ہے کہ کل عالم کے لئے ایک زبان اور ایک ہی کلچر ہو! بس جہاں تک ہمارے جذبہ کا تعلق ہے ہم نے صاف صاف اس کا اظہار کردیا۔ اور

کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے!!!

لیکن انسانی فطرت بڑی فریب کار واقع ہوئی ہے۔ وہ لیسا اوقات دل کے چور کو الفاظ کی پیچیدگیوں میں چھپانے کی کوشش کرتی ہے بات چونکہ بالکل صاف دلی اور بے تکلفی سے ہو رہی ہے اس لئے یہ ارشاد ہو کہ آپ جو ایک زبان اور ایک کلچر کا نعرہ لگاتے جا رہے ہیں تو یہ حبِّ علی میں ہے یا بغض معاویہ میں اگر حب علی میں ہے تو پھر کیا آپ کا مقصد اسی ایک زبان اور اسی ایک کلچر کے ساتھ آگے بڑھنا اور دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے ساتھ ساتھ دوش بدوش چلنا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کی وجہ بالکل سمجھ میں نہیں آئی کہ ہمارے ملک

کا بڑے سے بڑا لیڈر کٹر قسم کا کانگریسی۔ پکا اور سچا ہندو۔ یورپ کی سرزمین میں قدم رکھتے ہی کوٹ پتلون پہننا شروع کر دیتا ہے۔ انگریزی طریقہ پر کھانا کھاتا ہے۔ انگریزی زبان بولنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اپنی مادری زبان کی بہ نسبت وہ اس کو زیادہ آسانی اور قدرت کے ساتھ بول بھی سکتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ ہندوستانی خط و خال کے علاوہ کوئی چیز اس کے پاس ایسی نہیں ہوتی جس کی روشنی میں اس کو ہندوستانی کہا جائے۔ آپ جواب میں فرمائیں گے۔ "جیسا دیس ویسا بھیس" درست! مگر جب یہ بات ہے تو ایک ہندوستانی مصر میں پہنچکر طربوش (ترکی ٹوپی) شام اور فلسطین میں عقال۔ اور افغانستان میں افغان کیپ کیوں استعمال نہیں کرتا! برما میں پہنچ کر ڈھیلے ڈھالے فرغول کیوں نہیں پہنتا۔ سر پر پگڑی سی کیوں نہیں باندھتا اور پھر اسی ملک کی زبان میں ان لوگوں سے ہم کلام کیوں نہیں ہوتا!

اور یہاں دور کیوں جائیے! خود اپنے ملک میں شمار کر کے دیکھئے کہ دیہاتی آبادی کو چھوڑ کر شہری آبادی میں کتنے ہندوستانی ہیں جو دھوتی۔ کرتہ اور چپل۔ شیروانی یا پاجامہ میں رہتے ہیں اور کتنے ہیں جو مغربی طرز بود و ماند اور مغربی لباس کو اختیار کئے ہوئے ہیں تو پھر کیا آپ ان سب کو ملک کا غدار۔ ہندوستانی قومیت سے نفور۔ اور وحدت قومی کا منکر قرار دیں گے؟! یہ تو کلچر کا حال تھا اب زبانیں دیکھئے۔ تو بھانت بھانت کی بولیاں یہاں بولی جاتی ہیں ایک بنگالی کو بنگالی سے عشق ہے۔ مرہٹے مرہٹی بولتے ہیں۔ جنوبی ہند میں تامل تلنگو اور ملیالم کا سکہ چلتا ہے۔ پنجابی کو پنجابی بول چال میں لطف ملتا ہے۔ حد یہ ہے کہ محض زبان کی بنیاد پر صوبائی تقسیم کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اور خود حکومت کے نزدیک یہ مطالبہ قابل قبول قرار دیا جا چکا ہے۔

ان روشن حقائق کے پیش نظر ہمیں شبہ ہے کہ آپ ایک کلچر اور ایک زبان کا جو نعرہ لگاتے ہیں وہ حب ملی میں نہیں۔ بلکہ بغض معاویہ میں ہے یعنی ایک زبان سے آپ کا مقصد یہ ہے

کہ اردو نہ رہے اور چاہے سب زبانیں رہیں اسی طرح ایک کلچر سے آپ کی مراد یہ ہے کہ جس کلچر کو آپ مسلمانوں سے منسوب کرتے ہیں آپ کی تمنا ہے کہ وہ نہ رہے اور چاہے دنیا بھر کے انگریزی امریکن۔ فرانسیسی۔ روسی۔ ایرانی اور تورانی کلچر رہیں! اگر واقعی جذبہ یہی ہے تو ہم عرض کریں گے

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اس طرح کی باتیں کہنے سے آپ یقین کیجئے نہ اردو زبان مٹ سکتی ہے اور نہ اسلامی کلچر فنا ہو سکتا ہے آپ جذبات کی رو میں بہہ رہے ہیں اور کاغذ کی ناؤ پر سوار ہیں دنیا میں زندہ رہنے کا اصول صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ "زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" جو کوئی فطرت کے اس قانون کی خلاف ورزی کریگا وہ اس کی تعزیر سے نہیں بچ سکتا

لکھنؤ کے ایک اخبار نے جس کے نیشنلزم کی پیشانی پر سرکاری یا نیم سرکاری ہونے کا داغ نہیں) چندن لگا ہوا ہے اردو کی حمایت کے دعویٰ کے باوجود اردو کے قدر دانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ ہندوستانی زبان کے لئے ناگری رسم الخط کو منظور کر لیں یہ تجویز اس قدر نامعقول ہے کہ اردو زبان کا کوئی قدر دان اس کو درخور اعتنا بھی نہیں سمجھ سکتا اگر یہی بات ہے تو گاندھی جی۔ پنڈت جواہر لال نہرو۔ اور کانگرس کیوں ہندوستانی کے لئے دونوں رسم الخطوں پر زور دیتے اور ان کی اہمیت تسلیم کرتے تھے ہم اس ناصح مشفق سے صرف اتنا دریافت کرتے ہیں

چمک سورج میں کیا باقی رہے گی
اگر بیزار ہے اپنی کرن سے